رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جسکو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

ہفتہ وار

الحکم

قادیان

چہ گویم با تو گر آئی بہ قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

بیا در بزم مستان تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

اخبار

چندہ سالانہ
حکومت اور والیانِ ریاست
امراء و رؤساء
تاریخ ... شائع ہوتا ہے
قیمت فی پرچہ ۲

مدیر اعلیٰ: شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی
مدیر مسئول: شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

جلد ۴۲ | مورخہ ۱۶ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ مطابق ۷ مئی ۱۹۳۹ء یوم اتوار | نمبر ۱۴

خاندانِ نبوت میں خوشی اور مسرت کی تقریب

۷ مئی کا دن ساکنین قادیان کے لئے بے حد مسرت اور خوشی کا دن ہے جبکہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی پیاری بچی صاحبزادی امۃ القیوم کی تقریب رخصتانہ عمل میں لائی جائیگی۔ آپ کا نکاح گذشتہ سالانہ جلسہ کے موقع پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے صاحبزادہ میرزا مظفر احمد صاحب آئی۔سی۔ایس خلف الرشید حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے سے پڑھا تھا۔

اس مبارک تقریب پر قادیان کا ہر متنفس جذبات مسرت سے لبریز ہے۔ ہماری بھی دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اس تعلق کو ہر طرح بابرکت فرمائے۔ اور اس خاندان نبوت کو دن رات بڑھائے۔ اس تقریب سعید پر میں حضرت ام المومنین اطال اللہ بقاءھا۔ اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حضور اور آپ کے برادران عظام اور دیگر تمام ممبران خاندانِ نبوت کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔

گذرانیدہ محمود احمد عرفانی

صاحبزادہ میرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ

یہ خبر نہایت خوشی اور مسرت سے پڑھی جائے گی کہ صاحبزادہ میرزا ناصر احمد صاحب حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کے ریٹائر ہونے پر جامعہ کے پرنسپل بنائے گئے ؛

الحکم کا سیرت مسیح موعودؑ نمبر

الحکم نے ہمیشہ کوشش کی ہے۔ کہ وہ مئی میں ایک نمبر سیرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام سے شائع کرے۔ اور ۱۹۰۸ء سے لیکر آج تک متعدد نمبر شائع بھی ہو چکے ہیں۔

الحکم کے اس دور جدید میں (جو ۱۹۳۴ء میں جاری ہوا) تو یہی التزام کیا گیا ہے۔ کہ ہر نمبر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر پاک سے لبریز ہو۔ اس لئے کہ خدا کے نبی اور رسول کی یاد اور اس کا ذکر پاک ہی مومنوں میں ایک زندگی کی لہر پیدا کرتا ہے۔ باوجود اس امر کے کہ ہر نمبر میں آپ کا ذکر پاک ہوتا ہے۔ ہم نے اس خاص امتیازی نمبر کے طریق کو بھی بدستور جاری رکھا۔ گذشتہ سال کا نمبر خدا کے فضل سے خوب پسند اور قبول کیا گیا تھا۔ حتیٰ کہ اس کا ایک پرچہ بھی باقی نہ رہا ؛

اس سال کا سیرت نمبر ہم کو یقین ہے کہ گذشتہ تمام سالوں سے بڑھ چڑھکر ہوگا میں اپنی انتہائی کوشش کروں گا۔ کہ اس نمبر کے ساتھ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا فوٹو اور آپ کے دست مبارک کی کسی تحریر کا عکس بھی شائع کردوں ؛ یہ نمبر چالیس ۴۰ صفحات کا ہوگا۔ اس کی لکھائی چھپائی اور ہر ایک چیز دیدہ زیب ہوگی۔ محبان احمدؑ سے درخواست ہے۔ کہ وہ اس نمبر کی بکثرت اشاعت کی سعی کریں۔ ایک نمبر کی قیمت ۴ر رہوگی۔ اور سَو کاپیوں کے خریدار سے ۱۵؍ علاوہ محصولڈاک لیا جائے گا۔

احباب آرڈر دیتے وقت روپیہ پیشگی ارسال فرماویں۔

احباب نوٹ فرمالیں

خریداران الحکم نوٹ فرمالیں کہ چونکہ یہ نمبر ۴۰ صفحات کا ہوگا۔ اس لئے اب یہ نمبر

۲۸ - مئی ۱۹۳۹ء

کو شائع ہوگا۔ درمیان کے دو نمبر اور پہلے دو نمبر جو رہ گئے ہیں انکی کمی بھی اس نمبر میں پوری ہوجائیگی اس لئے اب ۱۴- اور ۲۱ مئی کو کوئی نمبر شائع نہیں ہوگا ؛

آرڈر اور ترسیل زر بنام مینیجر اخبار الحکم قادیان (پنجاب)

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپ دفتر اخبار الحکم تراب منزل قادیان سے شائع ہوا۔)

آل انڈیا نیشنل لیگ کا جلسہ

وائی۔ ایم۔ سی ہال لاہور میں

آل انڈیا نیشنل لیگ نے لاہور میں ایک جلسہ وائی ایم۔ سی ہال میں منعقد کیا۔ اس جلسے کے صدر لالہ رام چند صاحب منچندہ تھے۔ اور لیکچراروں میں ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے نائب صدر آل انڈیا نیشنل لیگ اور ڈاکٹر ستیہ پال صاحب اور ڈاکٹر گوپی چند صاحب بھارگو اور شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور ہائیکورٹ تھے۔ یہ جلسہ ۲۔ مئی کی شب کو ۸ بجے منعقد ہوا۔ اس جلسہ کی کارروائی جیسا کہ مشہور روزانہ اخبار پرتاپ نے ۴۔ مئی کی اشاعت میں لکھی ہے۔ اس سے لے کر قارئین الحکم کے لئے شائع کرتا ہوں ؂

(ایڈیٹر)

لاہور۔ ۲ مئی۔ آج شام کو ۸ بجے آل انڈیا نیشنل لیگ کے زیر اہتمام ایک جلسہ ہوا۔ جس میں ڈاکٹر ستیہ پال۔ ڈاکٹر گوپی چند۔ ملک غلام فرید اور دیگر اصحاب نے فرقہ وارانہ اتحاد کا سوال اور اس کا حل کے موضوع پر تقریریں کیں۔ ملک غلام فرید نے کہا۔ کہ بعض لوگ جن میں ہمارے بڑے بڑے لیڈر مثلاً پنڈت جواہر لال نہرو بھی شامل ہیں سمجھتے ہیں۔ کہ ہندوستان میں کوئی فرقہ وارانہ سوال ہے ہی نہیں۔ بلکہ محض روٹی کا سوال ہے۔ مگر میں ایک ہندوستانی کی حیثیت سے ایسا نہیں سمجھتا۔ میرے خیال میں ہندوستان میں فرقہ وارانہ مسئلہ موجود ہے۔ اور یہ مسئلہ بہت اہم اور نازک ہے۔ اور اس کا حل ہونا چاہیئے۔ اس کے حل کے بغیر ملک آزاد نہیں ہوگا۔ اس مسئلہ کے حل کی پہلے کوشش کی گئی ہے۔ مگر کسی جذبہ کے ماتحت۔ وہ جذبہ انگریزوں سے نفرت تھی۔ واقعات کو سامنے رکھ کر اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ اور غلط یا درست طور پر مسلم اقلیت کو ہندو اکثریت پر اعتماد نہیں۔ اس طرح ہندوؤں کو بھی مسلمانوں پر اعتماد نہیں۔ ان کا خیال ہے کہ مسلمان ہندوستان کو اپنا وطن نہیں سمجھتے۔ اُن کی آنکھیں اسلامی ممالک پر لگی رہتی ہیں۔ اور ہندوؤں کو خطرہ ہے۔ کہ اگر کسی اسلامی ملک نے ہندوستان پر حملہ کر دیا۔ تو مسلمان اس کے ساتھ مل جائیں گے۔ ان شکوک اور بے اعتمادی کی وجہ سے فرقہ وارانہ مسئلہ بہت مشکل بن جاتا ہے۔

مسلمانوں کا ذکر کرتے ہوئے مقرر نے کہا کہ مسلمانوں کو اکثریت سے اقتصادی اور مذہبی اور سیاسی خدشے ہیں۔ مسلمان مذہبی طور پر بڑے ذکی الحس واقع ہوئے ہیں۔ اور وہ اپنے پیغمبر کی توہین برداشت نہیں کر سکتے ہیں۔ ہندو مسلم اتحاد کے لئے ہندوؤں کو اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق اظہار خیالات میں رواداری سے کام لینا ہوگا۔ دوسرا خدشہ انہیں وارد ہا سکیم سے ہے۔ تیسرے وہ سمجھتے ہیں۔ کہ انگریزوں کے چلے جانے سے ہندوستان میں ہندو اکثریت کی حکومت قائم ہو جائے گی۔ اور ہندو اکثریت کی حکومت کے ماتحت ان کی حالت اب سے بدتر ہو جائے گی۔ مسلمانوں کے خدشات دور کرنے کا علاج یہ ہے۔ کہ ہندو اکثریت مسلمانوں کو اپنے عمل سے یہ یقین دلادے کہ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد ان کے مذہبی۔ سیاسی اور اقتصادی حقوق محفوظ ہوں گے۔ دوسرے کانسٹی ٹیوشن ہی ایسا بنایا جائے۔ جس سے مسلمانوں کے یہ تمام خدشات دور ہو جائیں ؂

ڈاکٹر ستیہ پال کی تقریر

ڈاکٹر ستیہ پال نے کہا۔ کہ ملک غلام فرید کی تقریر اور خیالات سنکر میرا تو دل ہی بیٹھ گیا ہے۔ اگر اس مرحلہ پر بھی ملک صاحب جیسے لوگ ایسے خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں۔ تو پھر نہ معلوم اس ملک کا کیا حشر ہوگا۔ ملک صاحب کی تقریر کا لب لباب یہ ہے۔ کہ مسلمان سمجھتے ہیں۔ کہ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد ان کا تمدن۔ مذہب اور دیگر سب کچھ برباد ہو جائے گا۔ میں حیران ہوں کہ انگریز کے ماتحت تو مسلمان کی تہذیب اور مذہب محفوظ رہ سکتا ہے۔ مگر ہندوؤں کے ساتھ رہنے سے جن کے ساتھ کہ وہ ۸۰۰ سال سے رہتے چلے آرہے ہیں۔ اُن کی تہذیب محفوظ نہیں۔ نا معلوم مسلمانوں کو سوراج سے کیوں خطرہ ہے۔ میں یہ بتادوں۔ کہ ہم جس سوراج کے لئے لڑ رہے ہیں وہ نہ ہندو کا راجیہ ہوگا۔ اور نہ مسلمانوں کا۔ بلکہ وہ تو عوام کا راجیہ ہوگا۔ مسلمانوں کو یہاں تو اپنے مذہب کی حفاظت کا بڑا خیال ہے۔ لیکن مصطفےٰ کمال پاشا نے جب تمام پرانی اسلامی روایات کو اُڑا دیا۔ تو اس وقت ان کے خلاف آواز نہ اٹھائی۔ انہیں تو آپ مجاہد اعظم کہتے ہیں۔ اگر ہیٹ پہننے سے اسلام خطرہ میں نہیں پڑا۔ تو دھوتی پہننے سے وہ کیوں خطرہ میں پڑ جائے گا۔ میں تو مسلمانوں کے لئے کوئی خطرہ نہیں سمجھتا۔ میں تو اسلام کے لئے ایک ہی خطرہ سمجھتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ انگریز آہستہ آہستہ مسلمانوں کے دل میں چالاکی سے خدشات پیدا کر کے انہیں بزدل بنا رہا ہے۔

ہندوستان میں نہ ہندو ازم کو کوئی خطرہ ہے نہ اسلام کو۔ کانگرس کا سوراجیہ ان میں سے کسی کے لئے خطرہ نہیں ہوگا۔ وہ غریبوں کا سوراج ہوگا۔ مذہب بڑی اچھی چیز ہے۔ مگر جب پیٹ میں روٹی نہ جائے۔ تو مذہب بھی بھول جاتا ہے۔ ملک صاحب نے مسلمانوں کے جو خدشات بتائے ہیں۔ وہ موجود ضرور ہیں۔ مگر وہ سب انگریز کے پیدا کردہ ہیں۔ ان میں حقیقت نہیں ہے۔ ملک صاحب کہتے ہیں۔ کہ ہندوؤں کو مسلمانوں کا اعتماد حاصل کرنا چاہیئے۔ مگر کرینگے کس طریق سے۔ مسٹر جناح کہتے ہیں۔ کہ مسلم لیگ کو تمام مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مان لیا جائے۔ مگر مسلم لیگیں بھی دو ہیں۔ مسٹر جناح کی مسلم لیگ اور ہے۔ اور سر سکندر کی اور۔ مسلمانوں کی دس جماعتیں تو مسلم لیگ کے خلاف ہیں۔

تقریر کو جاری رکھتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ کہ دنیا میں جھگڑے مذہبی نہیں۔ اقتصادی ہیں۔ اگر مذہب کسی کو متحد رکھ سکتا۔ تو آج یورپ میں جھگڑے کیوں ہوتے وہاں تو سب عیسائی بستے ہیں۔ لکھنؤ میں شیعوں اور سنیوں کا جھگڑا نہ ہوتا۔ مسلمان یونہی خدشات کا اظہار کر رہے ہیں۔ ہمارے سوراج میں کسی کو کوئی خدشہ نہیں ہوگا۔ لیکن اگر اب تک عالموں کے یہی خیالات ہیں۔ جن کا ملک صاحب نے اظہار کیا ہے۔ تو پھر ہندوستان میں سوراج کے آنے کا کوئی خطرہ ہی نہیں۔

مسٹر بشیر احمد کی تقریر

مسٹر بشیر احمد وکیل نے کہا۔ کہ ہندو مسلم مسئلہ کے سوال پر ہمارے سیاست دانوں نے ٹھوس واقعات کو سامنے نہیں رکھا۔ بلکہ ادھر اُدھر کی باتوں سے اتحاد کرانے کی کوششیں کرتے رہے ہیں۔ ہندو مسلم مسئلہ یہ کہنے سے حل نہیں ہو جائے گا۔ کہ انگریز کو نکال کر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ صرف یہ کہنے سے یہ سوال حل نہ ہوگا۔ ہمارے سیاست دانوں کو ٹھوس واقعات سے آنکھیں نہیں موندھنا چاہیئے۔ اور ہندو مسلم اتحاد کو ٹھوس بنیادوں پر قائم کرنا چاہیئے۔

ڈاکٹر گوپی چند کی تقریر

ڈاکٹر گوپی چند نے کہا۔ کہ پہلے مقرر ملک غلام فرید نے مسلمانوں کے جن خدشات کا اظہار کیا ہے۔ ان کی بنا ایک ہی معلوم ہوتی ہے۔ کہ ہندوستان میں مختلف مذاہب کے افراد کو ایک دوسرے پر اعتماد نہیں۔ بے اعتمادی کے خیالات موجود ہیں۔ ان سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے سامنے سوال یہ ہے۔ کہ بے اعتمادی کے ان خیالات کو کس طرح دور کیا جائے۔ میرے خیال میں اس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ ہم ہندوستان میں رہنے والے سب ایک دوسرے کے خیالات۔ خواہشات۔ مذہب اور مذہبی پیغمبروں کا احترام کریں۔ اور ایک دوسرے کی خدمت سے باہمی اعتماد پیدا کریں۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ جو ہندو پیغمبر صاحب کی توہین کرتا ہے۔ وہ ہندو نہیں نیچ ہے۔ اسی طرح جو مسلمان ہندو بزرگوں کو بُرا بھلا کہتا ہے۔ مسلمانوں کو بھی اُسے مسلمان نہیں سمجھنا چاہیئے۔ کانگرس کے بارے میں ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ کہ وہ ہندو سوراجیہ نہیں چاہتی۔ وہ ہندوستان کے راجیہ کے لئے لڑ رہی ہے۔ کانگرس قربانی سے حقوق حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اور وہ سب کے حقوق کی حفاظت کرے گی۔

جلسہ کے صدر لالہ رام چند منچندہ تھے۔ جلسہ نے ایک طرح سے مباحثہ کی صورت اختیار کر لی ؂

(پ۔ ن۔ س)

سوانح حیات حضرت حکیم مولوی عبید اللہ صاحب بسمل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیرۃ المہدی کا ایک ورق

(۱۰)

مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر کے قلم سے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کے لئے قادیان میں آمد

حضرت امام حسین علیہ السلام کو لاہور میں جب میں نے خواب میں دیکھا۔ تو اس کے بعد میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے لئے قادیان حاضر ہوا۔ آکر دیکھا۔ تو کسی قدر بہ نسبت سابق قادیان میں چہل پہل تھی۔ خربوزوں کے دن تھے۔ مسجد مبارک میں پہنچا۔ اس وقت چند متبرک نفوس خربوزے کھا رہے تھے۔ چنانچہ میں نے بھی ایک آدھ خربوزہ کھایا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے برآمد ہونے کی نسبت پوچھا۔ لوگوں نے کہا ابھی کچھ دیر ہے۔ میں نے خیال کیا چلو حضرت مولنا نورالدین رضؓ صاحب کی زیارت کر آئیں۔ مولوی صاحب کے مطب میں پہنچا۔ مولوی صاحب اس وقت تشریف نہیں رکھتے تھے۔ محمد اعظم خوشنویس مجھ کو مل گیا۔ وہ اپنی بیٹھک پر لے گیا۔ تھوڑی دیر وہاں بیٹھا ہوں گا۔ کہ محمد اعظم نے کہا۔ اب حضرت صاحب کے برآمد ہونے کا وقت ہے۔ میں عجلت سے مسجد مبارک میں پہنچا۔ تو اس دروازے کے ساتھ ہوکر بیٹھ گیا۔ جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام برآمد ہوتے تھے۔ لوگوں نے کہا یہاں مت بیٹھو۔ یہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹھا کرتے ہیں۔ مجھے تعجب ہوا۔ کہ نہ کوئی مسند نہ گاؤ تکیہ۔ اتنا بڑا آدمی۔ یہ تعجب کی بات تھی۔ کیونکہ میں جہاں جاتا رہا۔ وہاں کے بزرگوں کو مسند آراء اور ممتاز جگہ پر تکیہ لگائے پاتا رہا تھا کہ اتنے میں مولوی عبدالکریم صاحب تشریف لے آئے۔ اُن سے مصافحہ ہوا۔ ابھی اِدھر اُدھر کی گفتگو ہوتی تھی۔ کہ سیڑھیوں پر سے اوپر اُٹھتے ہوئے حضرت مولوی عبد اللطیف صاحب شہید کی زیارت ہوئی۔ مولوی عبدالکریم صاحب ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ آپ کہاں سے آئے ہیں اور کون ہیں؟ مولوی عبد اللطیف صاحب نے فرمایا میں سید ہوں اور کابل سے آیا ہوں۔ ارادۂ حج رکھتا ہوں حضرت مرزا صاحب سے کہہ دیں کہ میں آگیا ہوں۔ مولوی صاحب نے کہا۔ کہ حضرت صاحب ابھی تشریف لاتے ہیں۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام برآمد ہوئے۔

قلبی تاثرات

میں نے حضور کو سر سے پاؤں تک دیکھ کر اپنے دل میں کہا۔ کہ شانِ ریاست بھی چہرے سے نمایاں ہے۔ مولویت بھی حضور کے چہرے پر پھب رہی ہے۔ اور ساتھ ہی فقر کے آثار بھی معلوم ہوتے ہیں کہ نہ مسند ہے نہ گاؤ تکیہ۔ چہرے پر بھولا پن کے آثار بھی ہیں۔ غرضیکہ مجموعۂ خوبی نظر آئے۔

مولوی عبد اللطیف صاحب کے ساتھ حضور کا مصافحہ ہوا۔ دیر تک ان کے حالات پوچھتے رہے۔ اتنے میں مسجد مبارک میں ہی دسترخوان بچھ گیا۔ اور دوپہر کا کھانا آگیا۔ ایک پیالی میں کریلے پکے ہوتے پڑے تھے میں بالکل حضرت مسیح موعودؑ کے مواجہ میں بیٹھا ہوا تھا۔

عصمت انبیاء کے متعلق ایک سوال

کھانا کھانے کے دوران میں ہی میں نے بشپ لیفرائے کے لیکچر "معصوم نبی" کی نسبت عرض کیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کبائر سے تو معصوم ہیں کیا صغائر سے بھی معصوم ہیں؟ اور کیا خاص امر تبلیغ یعنی احکام الٰہی پہنچانے میں معصوم ہیں یا ہر فعل میں۔ اور بعد از بعثت معصوم ہیں یا قبل از بعثت بھی معصوم تھے؟ ساتھ ہی میں نے عرض کیا۔ کہ بعض متکلمین لکھتے ہیں۔ کہ محفوظ کا درجہ معصوم سے بلند ہے۔ کیونکہ معصوم بمنزلہ ایک بچے کے ہے۔ جو گناہ کی قدرت ہی نہیں رکھتا۔ اور محفوظ باوجود قدرت رکھنے کے بچا رہتا ہے۔ اس لئے محفوظ کا درجہ بڑا ہے۔ پس وہ انبیاء کو محفوظ کہتے ہیں۔ اور مفتی صاحب نے آیت کریمہ واللّٰہ یعصمک من النّاس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کے بارے میں پیش کیا ہے۔ حالانکہ اس جگہ عصمت سے مراد ایذاء کفار سے بچا رہنا ہے۔ یہاں عصمت اعمال کو کیا دخل ہے؟۔ اس موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے واللّٰہ یعصمک من النّاس کے ان معنوں کی نسبت جو بشپ لیفرائے کے مقابلہ میں پیش کئے گئے تھے فرمایا کہ یہ معنی الہامی ہیں۔ اور یہ کہ عصمت سے مراد ہر طرح کی عصمت ہے عملی عصمت بھی اور دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنا بھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مسئلہ کو کچھ ایسی شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا۔ کہ میں اس کا اعادہ نہیں کر سکتا۔

ذنب کا مفہوم

اسی طرح آیت قرآنی واستغفر لذنبک کی نسبت فرمایا۔ کہ ذَنب اور ذَنَب کا مادہ ایک ہے۔ حیوان کے نہایت پتلے حصے کو ذنب کہا جاتا ہے۔ یہ گناہ کے معنے میں نہیں آتا۔ گناہ کے واسطے اثم، عصیان اور جناح آیا ہے۔ ذنب کے معنی اس جگہ دراصل کوتاہیوں کے ہیں۔ اور اس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ تیری کوتاہیوں کو معاف کرے۔ مثلاً کسی قدر قضائے حاجت میں وقت لگنے کی وجہ سے نماز میں دیر ہو گئی یا سجدۂ سہو ہو گیا۔ ایسی ایسی کوتاہیوں کے لئے آیا ہے واستغفر لذنبک۔ اور جس شخص نے اس کے معنے گناہ کے لئے ہیں۔ اُس نے ٹھوکر کھائی ہے۔ اور لغتِ عرب سے ناواقفیت کا ثبوت دیا ہے۔ حضرت صاحب کا اتنا فرمانا تھا۔ کہ میرا دل وجد سے بھر گیا۔ اور دل کہہ اُٹھا کہ قرآن جاننے والا یہی وجود ہے اور کوئی نہیں۔ کیونکہ واستغفر لذنبک کے سب نے یہی معنے کئے تھے۔ کہ گناہوں کی معافی مانگ۔ کسی نے یہ نہیں کئے تھے کہ کوتاہیوں کی معافی مانگ۔

صفاتِ سلبیہ معیارِ فضیلت نہیں ہیں

اسی تقریر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا۔ کہ عیسائی حضرت مسیحؑ کی صفاتِ سلبیہ بیان کرتے ہیں۔ اور صفاتِ سلبیہ معیارِ فضل نہیں ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ صفاتِ ثبوتیہ پیش کریں۔ یہ تقریر کچھ ایسی دلآویز تھی۔ کہ کاش میرے پاس اس وقت قلم دوات یا پنسل ہوتی۔ تو میں حضرتؑ کی اس تقریر کو بالاستیعاب لکھ لیتا۔

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہٗ

میرے قلب پر اس وقت رقت طاری ہو گئی۔ اور آنسو بہنے لگ گئے۔ میں نے کھڑے ہوکر عرض کیا۔ کہ میں آج تک سخت بھولا رہا۔ کاش جسوقت کہ براہین احمدیہ چھپ رہی تھی اسی وقت میں حضور کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوتا۔ یا لیتنا کنا معلک فنفوز فوزاً عظیما۔ اُس وقت میں بھی مخالفوں میں سے تھا۔ لیکن اب میں توبہ کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہٗ۔

چشمِ مبارک نہایت روشن تھیں

چونکہ میں نے کھڑے ہوکر یہ عرض کیا تھا۔ اس لئے

حضورؑ نے آنکھ اٹھا کر مجھے دیکھا۔ اس وقت میں نے حضور کی چشم مبارک کو دیکھا۔ کہ نہایت روشن اور اجلی تھیں۔

چشم بد دور۔ آنکھیں موتی چور

اس کے بعد میں نے پھر ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آنکھوں کو دیکھا۔ بس دو دفعہ ہی میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آنکھوں کی پُتلی دیکھی ہے۔ کیونکہ حضور کو نہایت غض بصر رہتا تھا جس سے حضور علیہ السلام کی آنکھ کی پُتلی کم دکھائی دیتی تھی۔ غالباً کشمیر سے ایک شخص آیا تھا۔ اور اُس نے کچھ پڑھا جس پر حضور نے آنکھ اٹھا کر اسے دیکھا۔

ایک شعر پر پسندیدگی کا اظہار

اسی شب کو یا اس کے بعد دوسری شب کو میں نے ایک قصیدہ پڑھا۔ جس کے دو اشعار یہ ہیں۔

آدمِ ثانی۔ سمیٔ مصطفےٰ۔ عیسےٰ مسیح
یوسفِ مصر امامت مہدیٔ آخر زماں
ذاتِ او واللہ اعلم عالمے در عالمے
قدرِ او اللہ اکبر آسماں بر آسماں

جب میں اس شعر پر پہنچا۔

خاتمِ ختمِ خلافت از برائش واگذاشت
کرد چوں ختمِ نبوت۔ خاتمِ پیغمبراں

تو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ پھر پڑھو۔ چنانچہ دو دفعہ حضور نے یہ شعر مجھ سے پڑھوایا۔

جب میں نے یہ شعر پڑھا۔

آرے آرے حالِ من مانند کعب ابن زہیرؓ
آنچہ با وے کرد پیغمبر بکن با من ہماں

تو اس وقت کسی صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ شاعر کتنے حد سے بڑھ جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنی نسبت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ سے جا ملائی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ کچھ نسبت ہوا ہی کرتی ہے۔

نوٹ:۔ یہ قصیدہ الحکم جلد ۵ مورخہ ۲۴-جنوری ۱۹۰۱ء کے صفحہ ۱۱ پر درج ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد

جس دن میں نے یہ قصیدہ پڑھا۔ اس کی دوسری شب کو حضرت صاحب سے ایک مولوی عبد الرحیم صاحب تھے انہوں نے عرض کیا۔ کہ عبید اللہ کہتا ہے میری بیعت قبول فرمائی جائے۔ حضور اس وقت شہ نشین پر تشریف رکھتے تھے۔ حضرت صاحب نیچے تشریف لے آئے۔ اور بیعت قبول فرمائی۔ توبہ و استغفار کے بعد جب حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ میں حتی المقدور دین کو دُنیا پر مقدم رکھوں گا۔ تو میرا بدن لرز گیا۔ میں نے دل میں کہا یہ انوکھی بیعت ہے۔ اور بیعت ہے تو یہ ہے۔ کیونکہ میں اکثر جگہ بیعت کر چکا تھا۔ تو کسی بزرگ نے کہا کہ میں دل سے خاندان نقشبندیہ کی غلامی میں داخل ہو گیا ہوں۔

کسی نے کہا۔ میں خاندان عالیہ قادریہ کی غلامی میں داخل ہو گیا ہوں۔ کسی نے کہا۔ خاندان چشتیہ کی غلامی میں داخل ہو گیا ہوں۔ لیکن یہ جوا میری گردن پر کسی نے نہیں رکھا تھا۔ میرے نفس نے کہا۔ اے بسمل! کیا تو یہ بیعت اُٹھا سکتا ہے؟ دل نے کہا بہت مشکل ہے۔ لیکن اب ہاتھ کا کھینچنا باعثِ ندامت ہے۔ رضینا بقضاء اللہ۔ اقرار کرو کہ ہاں میں ایسا ہی کروں گا۔ بعد بیعت نماز عشاء تک میں خاموش بیٹھا رہا۔ اور دل میں اُدھیڑ بُن کرتا رہا۔ کہ کیا میں اس بوجھ کو اٹھا سکتا ہوں یا نہیں؟ اذان ہوئی اور نماز پڑھی گئی۔ نماز پڑھنے کے بعد میں نے جناب الٰہی میں دعا کی۔ کہ الٰہی مجھے توفیق عطا فرما۔ کہ اگر اور کچھ نہیں تو میں اس سلسلہ پر ثابت قدم ہی رہوں۔

بشر ذوالوحی

حضرت صاحب نے اسی تقریر میں جو عصمت انبیاء پر آپ نے فرمائی تھی یہ بھی فرمایا تھا۔ کہ جس طرح حیوان کی جنس سے انسان علیحدہ ہوتا ہے۔ اس تعریف سے کہ حیوان ناطق ہے۔ اور اس کی جنس اور فصل سے تعریف کی جاتی ہے اور ناطق اس کو حیوان سے علیحدہ کرتی ہے۔ حیوان جنس ہے اور ناطق فصل ہے۔ اور فصل اس کو حیوان سے علیحدہ کرتی ہے۔ اسی طرح انبیاء کرام بشر سے ایک علیحدہ صنف ہیں۔ اور بشر ذوالوحی انبیاء کی تعریف ہے۔ اور بشر ہونے میں وہ بشر کے ساتھ ہیں۔ بشر ان کی جنس ہے اور ذوالوحی فصل ہے۔ ذوالوحی ہونے سے وہ اپنی نوع سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ اور انبیاء برزخ ہیں درمیان ملائک اور انسانوں کے۔ ان کی بشریت پر عصمت غالب ہوتی ہے۔

تبرک حاصل کرنے کا شوق

اکثر ایسا ہوتا کہ کھانا کھاتے وقت دیدہ و دانستہ میں حضرت اقدس کے بالمقابل بیٹھتا۔ اور کھانا کھانے کے وقت میں تبرک حاصل کرنے کے لئے جس رکابی میں میرے سامنے سالن ہوتا۔ میں اُس میں ہاتھ نہ ڈالتا اور یونہی روٹی کے خالی لقمے مُنہ میں ڈالتا رہتا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نصف کے قریب کھانا کھا لیتے۔ تو میں اپنے سالن کی کٹوری حضرت کے سامنے رکھ دیتا۔ اور حضرت کا الٹش آپ کھا لیتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دو ایک دفعہ دیکھ کر میرے اٹھانے سے پیشتر ہی اپنی رکابی میرے آگے رکھ دیتے۔ اور میں اپنی رکابی حضرت صاحب کی طرف کر دیتا۔ تین چار دفعہ ایسا ہی ہوا۔ اور ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام تبسم فرماتے۔

ایک روٹی کیلئے دو دفعہ تنور کے دوزخ میں جُھکنا

ایک دن کچھ کچی روٹی تنور سے آگئی۔ وہ ایک صاحب کے آگے رکھی گئی۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ حضرت یہ تنور والا بھی کیسا ہے کچی روٹیاں بھیج دیتا ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ بیچارے کے حال پر رحم کرو۔ دو دفعہ ایک روٹی کیواسطے تنور کے دوزخ میں جھکتا ہے۔ حضور کے اس فرمانے سے تمام حاضرین کے دل پر ایک عجیب اثر ہوا۔

پگڑی کی دھجی پھاڑ کر پٹی باندھنے کا اعزاز

حضرت صاحب کے ساتھ اکثر باہر سیر کو میں جایا کرتا تھا اور اکثر رفقاء ساتھ ہوتے تھے۔ ایک روز حضرت کے پاؤں میں ایک جوتی تھی۔ جس کی ایڑی بیٹھی ہوئی تھی۔ اور پنڈلی پر ٹخنے کے قریب دھجی لپٹی ہوئی تھی۔ در اصل کوئی پھنسی تھی۔ جس پر حضور نے پھاہا لگایا ہوا تھا۔ راستے میں اس کا بندھن کھل گیا۔ اور وہ لٹکتی اور زمین پر گھسٹتی ہوئی دُور تک چلی گئی۔ میں دیکھتا تھا۔ لیکن مجھ کو جرأت نہیں ہوتی تھی۔ کہ میں عرض کروں کہ پٹی کھل گئی ہے۔ حضور قیام فرمائیں تو میں باندھ دوں۔ لیکن جب دور تک یہی حالت رہی تو میرا دل بے تاب ہو گیا۔ میں نے جرأت کر کے عرض کیا۔ کہ حضرت کی پٹی کھل گئی ہے۔ اگر اجازت ہو تو میں باندھ دوں۔ اس وقت حضرت ایستادہ ہو گئے۔ جب میں نے پٹی کو ہاتھ لگایا تو وہ نہایت گرد آلود تھی۔ میں نے اس کو الگ کر دیا۔ جیب میں ہاتھ ڈالا تو رومال نہیں تھا۔ میں نے سر کے عمامہ کے شملہ سے جھٹ دھجی پھاڑی۔ اور حضرت کے پائے مبارک کو باندھی۔ حضرت نے اس وقت دیکھ کر میرے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ لیکن زبان سے کچھ نہیں فرمایا۔ اور اسی طرح سے باتیں کرتے ہوئے تشریف لے گئے۔

غزل گوئی اور قصیدہ گوئی ترک کرنے کا ارشاد

میں چند روز یہاں دار الامان میں ٹھہرا۔ پھر رخصت طلب کی۔ ارشاد ہوا۔ مولوی عبید اللہ تمہاری طبیعت شاعری کی طرف مائل ہے۔ غزل گوئی اور قصیدہ گوئی چھوڑ دو۔ کوئی مثنوی لکھو۔ تمہارا یہی جہاد ہو گا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں شعراء کا جہاد یہی ہوتا تھا۔ میں نے اس روز سے عشق و عاشقی کی غزلیں لکھنی چھوڑ دیں۔ اور بعد میں اس ارشاد کی تعمیل میں خاتم النبیین اور النص الصریح لکھیں۔

السلام علیک یا رسول اللہ

غرض حضور سے رخصت لے کر لاہور چلا گیا۔ چار سال تک لاہور میں ٹھہرا رہا۔ اس اثناء میں ایک دفعہ حضور لاہور تشریف لے گئے۔ رات کا وقت تھا۔ اسٹیشن پر ہم لوگ جمع تھے۔ اور حضور کو احمدیہ بلڈنگ میں لے کر آئے۔ حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ دستی لالٹین لے کر سیڑھیوں کے پاس آئے۔ کیونکہ سیڑھیوں کے پاس کسی قدر تاریکی تھی۔ میرے کانوں میں اس وقت تک وہ آواز گونج رہی ہے۔ کہ مرہم عیسیٰ صاحب نے کہا "السلام علیک یا رسول اللہ" لیکن شان خدا ہے۔ کہ بعد میں وہ نبوت مسیح موعود کے منکر ہو گئے۔ حضرت صاحب کے متواتر وہاں لیکچر ہوتے رہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جسم کی مضبوطی

جس روز حضرت صاحب واپس تشریف لانے کو تھے لاہور کے پلیٹ فارم پر ایک جگہ کرسی بچھا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ٹھہرایا گیا۔ کیونکہ ریل کے چلنے میں ابھی دیر تھی۔ اور ہجوم کثرت سے تھا۔ میں حضرت کی کرسی کے پاس بیٹھ کر حضرت کے پاؤں دبانے لگا۔ دوسری طرف ایک اور شخص تھا۔ اور وہ دوسرے پاؤں کو دبانے لگا۔ لیکن وہ اس زور سے دباتا تھا کہ مجھے حیرت ہوتی تھی۔ اور میں نہایت آہستگی کے ساتھ دباتا تھا۔ میں نے دو ایک دفعہ اس کو اشارہ بھی کیا کہ آہستگی سے دبا۔ مگر وہ اور زور سے دبانے لگ گیا۔ وہ باوجودیکہ نہایت

زور سے دباتا تھا حضور کے چہرے پر ملال کے آثار پیدا نہیں ہوتے تھے - یہاں تک کہ اس نے ایک دفعہ دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اس زور سے دبایا - کہ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا - اتنے میں ریل آگئی اور حضرت سوار ہو گئے - بعد میں وہ مجھ سے ذکر کرنے لگا - کہ میں نے زبردست سے زبردست انسان کو دبایا ہے اور وہ ضرور میرے دبانے سے کسمسایا ہے لیکن حضرت کو محسوس تک نہیں ہؤا - میاں معراج الدین صاحب اس وقت پاس کھڑے تھے - انہوں نے کہا - کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کی ران پر گھٹنا رکھ دیا تھا - تو وہ کہتا تھا کہ قریب ہے میری ران کا گوشت پس جائے - سو بھائی ان بزرگوں کا یہی حال ہوتا ہے کسی کی زور آزمائی ان کے جسم پر کام نہیں کرتی -

دفتر پیسہ اخبار لاہور میں ترجمانی کا کام

اس چار سال کے عرصہ میں میں ترجمانی کا کام پیسہ اخبار میں کرتا رہا - چنانچہ "تاریخ دمشق" کا عربی سے اردو میں ترجمہ کیا - جو چھپ نہ سکا - ایک شخص ساگر چند نامی بی - اے سیالکوٹ کا رہنے والا تھا - اس نے ایم - اے فارسی کا امتحان دینا تھا - ٹیچر کی تلاش میں منشی محبوب عالم صاحب پیسہ اخبار کے ایڈیٹر سے ملا - اور ذکر کیا کہ کوئی شخص مجھے ایسا نہیں ملتا - جو مجھ کو دیوان خاقانی پڑھا دے - انہوں نے میرا نام لیا - اور بلا کر ۴۰ روپے پر فیصلہ ہوا - خرچ خوراک اس کے ذمے - میں اس کے ساتھ سیالکوٹ چلا گیا - چونکہ میری ملاقات سر اقبال کے ساتھ تھی - سر اقبال کے مکان پر ہی ٹھہرا - مولوی میر حسن صاحب پروفیسر سیالکوٹ کالج میرے ملنے کے واسطے تشریف لائے - سر اقبال نے چونکہ لاہور کی طرف آنا تھا - اس لئے میر حسن صاحب جو سر اقبال کے استاد تھے ، مجھ کو اپنی کوٹھی پر لے گئے - لوگ کہتے تھے کہ وہ احمدی سلسلہ کے بڑے مخالف تھے لیکن انہوں نے کبھی میرے سامنے مخالفت ظاہر نہیں کی - چونکہ مجھ کو حقہ کی عادت تھی ، بسا اوقات میرے حقہ کے لئے خود آگ لایا کرتے تھے - میں ہر چند کہتا کہ مولوی صاحب آپ بزرگ ہو کر مجھے محجوب کرتے ہیں - مگر وہ کہتے کہ میں تمہارے پڑھانے کو یہاں کھڑے ہو کر کھڑکی کے پاس دیر تک سنتا رہتا ہوں - تم خاقانی کے اشعار کو خوب حل کرتے ہو - تین مہینے تک میں وہیں رہا - اور ساگر چند کو دیوانِ خاقانی کا کچھ حصہ پڑھا کر پھر لاہور آگیا -

قادیان میں تیسری بار آمد

چند روز ہوئے تھے کہ مفتی محمد صادق صاحب کا نوازش نامہ مجھ کو ملا - کہ جو کچھ بھی تمہارے پاس اسناد ہوں وہ لے کر دارالامان پہنچ جاؤ - میں اس خط کے دوسرے یا تیسرے دن بعد وہاں سے روانہ ہو گیا - اور رات کو بٹالے ٹھہر کر صبح پیادہ پا دارالامان میں آیا - پیچھے سے مفتی صاحب یکہ میں بیٹھے ہوئے آرہے تھے - نصف راہ میں طے کر چکا تھا - کہ مجھ کو انہوں نے اپنے یکے پر بٹھا لیا - یہاں پہنچے - اور میں نے دیکھا کہ بہ نسبت سابق اب خوب چہل پہل ہے مفتی صاحب نے مجھ کو مدرسے میں ٹھہرایا - اور کہا - کہ ابھی حضرت صاحب کے برآمد ہونے میں دیر ہے - ذرا ٹھہر جاؤ اکٹھے چلیں گے - مفتی صاحب چائے کی پیالی ہاتھ میں لئے ہوئے میرے لئے لائے - اور حضرت نواب محمد علی خانصاحب کے پاس لے گئے - میرے کاغذات جن میں مسدس "مد و جزر اسلام" اور "مرآۃ الاسلام" بھی تھی - نواب صاحب کے سامنے پیش کئے - غالباً اس وقت نواب صاحب مدرسہ کے ڈائرکٹر تھے - اور مفتی صاحب ہیڈ ماسٹر اور مولوی شیر علی صاحب تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل - نواب صاحب نے بعد ملاحظہ کاغذات پانچ روپے نکال کر مجھ کو دئے کہ جا کر اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے آؤ - میں واپس چلا گیا - اور بال بچوں کو لے کر قادیان میں آگیا - سید محمد علی شاہ صاحب کے مکان کو پہلے ہی کرایہ پر لے گیا تھا - اس میں فروکش ہؤا - اور مجھکو تعلیم الاسلام کالج کی پرشین پروفیسری کا کام کرنا پڑا - مجھ سے پہلے مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی پڑھایا کرتے تھے - وہ ملازمت چھوڑ کر دارالامان سے چلے گئے تھے -

نبوت حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق ایک عجیب واقعہ

اس وقت چار لڑکے کالج میں تعلیم پاتے تھے - ایک ان میں سے تونسے کا رہنے والا تھا - وہ دراصل مولوی ثناء اللہ کا ملنے والا تھا - ایک دن میری اس سے گفتگو ہوئی - مجھ کو کہنے لگا - کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے - تمہارا اس کے متعلق کیا خیال ہے - میں نے اس خیال سے کہ مباحثہ چھڑ جائے گا - اس سے کہا کہ مجھے ابھی اس میں شرح صدر نہیں - میں یہ تو جانتا ہوں کہ جس کے ہاتھ پر میں نے بیعت کی ہے وہ صادق ہے - لیکن یہ مسئلہ نازک ہے - میں اس پر اچھی طرح سے گفتگو نہیں کر سکتا - چند دنوں کے بعد ایف اے کا امتحان شروع ہو گیا - اور وہ طالب علم سب امتحان دینے کو چلے گئے - اور پرنسپل صاحب نے یہ حجت نکالی - کہ ایک لاکھ روپیہ نقد جمع ہو تو پھر میں کالج کی اجازت دے سکتا ہوں - اس واسطے ناچار کالج کو توڑنا پڑا - اُن چاروں میں سے تین پاس ہو گئے - اور تونسے والا فیل ہو گیا - اس نے امرتسر میں جا کر مولوی ثناء اللہ سے بیان کیا - کہ مولوی عبید اللہ کو میں نے وہاں مذبذب پایا ہے - مولوی ثناء اللہ نے پرچہ اہلحدیث میں لکھ مارا - کہ جب وہ مذبذب ہیں تو دارالامان میں کیوں ٹھہرے ہیں چلے کیوں نہیں آتے - میں اسوقت کالج ٹوٹنے کے بعد ہائی سکول میں فارسی پڑھایا کرتا تھا - ایک روز مدرسہ کے کھلتے ہی مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت غیر مبایعین تشریف لائے اور مجھ کو علیحدہ لے جا کر فرمانے لگے - کہ یہاں کے ایک طالب علم نے آپ کے کچھ حالات مولوی ثناء اللہ سے بیان کئے ہیں - اور اس نے اہلحدیث میں لکھا ہے کہ مولوی عبید اللہ مذبذب ہے یہ کیا بات ہے - مجھے یاد آگیا - کہ اس شخص نے مجھ سے حضرت اقدس کی نبوت کے بارے میں پوچھا تھا - تو میں نے اس کو یہ جواب دیا تھا - کہ میں ابھی شرح صدر سے اس پر گفتگو نہیں کر سکتا - چنانچہ یہ بات میں نے مولوی محمد علی صاحب کو بتا دی - فرمانے لگے تم نے مولوی صاحب (حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ) سے کیوں نہیں پوچھا - اور تم نے ایسا اظہار کیوں کیا - اگر تمہیں معلوم نہیں تھا - تو مولوی سرور شاہ صاحب کے پاس لے گئے ہوتے کہ اس کی تسلی کر دیتے - میں نے کہا کہ میں نے اس کو سرسری خیال کیا تھا - کوئی اہم بات سمجھتا تو مولوی سید سرور شاہ صاحب کی خدمت میں پیش کرتا - فرمانے لگے آئندہ احتیاط رکھو - ایسے الفاظ سے تفرقہ پیدا ہوتا ہے - اور اگر حضرت کی نبوت میں تمہیں کچھ شک و شبہ ہے - تو حضرت مولوی صاحب (خلیفہ اول رضؓ) سے اپنی تسلی کر لو -

انہی دنوں مولوی محمد احسن صاحب امروہے سے تشریف لائے - میری اُن سے گہری ملاقات ہو گئی - وہ اکثر غریب خانہ پر تشریف لاتے - اور گھنٹوں بیٹھے رہتے تھے - ایک روز کچھ کبیدہ خاطر تھے - میں نے کہا خیر باشد - کہنے لگے ہاں خیر ہے - آج حضرت اقدس کے مواجہ میں مولوی عبد الکریم صاحب سے کچھ سخت گفتگو ہو گئی ہے - میں نے عرض کیا کیا ہؤا - فرمانے لگے - میں نے حسب الارشاد حضرت مسیح موعودؑ پیر گولڑوی کی ایک کتاب کے رد کا مسودہ حضور کے سامنے پیش کیا - مولوی عبد الکریم صاحب کو معقول میں دسترس نہیں - اس پر اعتراض کرنے لگے - کہ یہ عام فہم نہیں ملایانہ عبارت ہے - میں نے کہا آپ نے سمجھا نہیں ہے - اس پر گفتگو شروع ہو گئی - اور اونچے اونچے باتیں ہونے لگیں - حضرت سنتے رہے - آخر میں جب ہماری آوازیں اونچی ہوئیں - تو حضرت نے فرمایا - لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی پھر میں نے عرض کیا کہ اس نبوت کے مسئلہ کی نسبت چند روز ہوتے ہیں - کہ میری نسبت مولوی ثناء اللہ نے میرے اس کہنے پر کہ مجھے ابھی شرح صدر نہیں ، لکھ مارا ہے - کہ وہ ابھی مذبذب ہیں - کہنے لگے کیا تمہیں اس میں کچھ تردد ہے - میں نے کہا کسی قدر ہے - بالتفصیل یہ عقدہ مجھ پر ابھی کھلا نہیں - انہوں نے مجمع البحار کے تکملہ سے قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لانبی بعدہٗ - حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اثر نکال کر دکھلایا - سبحان اللہ مولوی محمد علی صاحب آج منکر نبوت - مولوی محمد احسن صاحب امروہی اور مرہم عیسٰی صاحب بھی بعد میں منکرِ نبوت ہوئے - مگر بندہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کا مضبوطی سے قائل ہے - ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء

درخواست دُعا پر ارشاد

قادیان میں ایک دفعہ میرا لڑکا جس کا نام عنایت اللہ تھا - بیمار ہو گیا - وہ دن وبائے طاعون کے تھے - اور ابھی حضرت اقدس کے گھر لوگوں کی آمد و رفت جاری تھی - امتناعی حکم صادر نہیں ہؤا تھا - میری بیوی روتی ہوئی حضرت اقدس کی خدمت میں پہنچی اور نہایت عاجزی سے عرض کرنے لگی حضور دعا فرمائیں کہ میرا لڑکا ہلاکت سے بچ جائے - حضرت اسکی گریہ وزاری دیکھ کر بیٹھ گئے اور دعا فرمانے لگے - بعد دعا کے ارشاد فرمایا - کہ مجھ سے دعا نہ کراتی تو اچھا تھا - میری بیوی نے کہا حضرت کیا ہلاک ہو جائیگا ؟ فرمایا نہیں ہلاکت سے تو بچ جائیگا - اُس نے مجھے آکر کہا کہ حضرت صاحب نے فرمایا ہے - دعا نہ کراتی تو بہتر تھا - میں نے کہا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے - حضرت صاحب نے یہ کیوں فرمایا ہے مگر ہے خطرناک - بعد مدت مدید کے جب حضرت کا انتقال ہو گیا - اور حضرت خلیفہ اول رضؓ بھی انتقال فرما چکے - اور وہ بیوی بھی مر گئی - تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے عہد میں وہ میرا منجھلا لڑکا نہایت بدمعاش نکلا - اُس نے قادیان میں بھی سخت شرارت کی جس کی وجہ سے اُسکو جماعت سے

(باقی ص۷ کالم ۳ پر)

جماعت احمدیہ گولیکی (ضلع گجرات) کا قیام

جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل کے قلم سے

کچھ عرصہ ہوا - ہمارے بزرگ پیر شمس الدین صاحب ہاشمی ساکن گولیکی ضلع گجرات پنجاب وفات پاگئے - مرحوم نے ایک سو برس سے زیادہ عمر پائی - اور خدا کے فضل سے احمدی تھے - آپ کو تصوّف سے شغف تھا - اور خاندانی طور پر ورد و وظائف میں بہت اشغال رکھتے تھے - حضرت مسیح موعود علیہ السلام و سلسلہ احمدیہ کی صداقت کھولے جانے کے بارے میں دعائیں کرتے رہے - آخر آپ نے خواب میں دیکھا - کہ نماز باجماعت جم غفیر کے ساتھ ادا ہو رہی ہے - آپ دیکھتے ہیں کچھ لوگ جن میں سے بعض کو وہ پہچانتے تھے - اور انہیں اچھے مسلمان جانتے تھے - الگ بیٹھے اپنی باتیں کر رہے ہیں - اور جماعت میں شامل نہیں - آپ فوراً جماعت میں شامل ہوگئے اور نماز ادا کی - اور آپ پر یہ بات واضح ہوگئی - کہ امامت کرانے والے آنحضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں - نماز کے ختم ہوتے ہی حضورؐ نے اپنے دائیں ہاتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے بزرگ کو فرمایا - کہ کاغذات پیش کریں - چنانچہ بہت سی مسلیں پیش ہوئیں - اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے - اس پر آپ کو یقین ہوگیا کہ سلسلہ احمدیہ سچا ہے - اور جس کی تبلیغ میرے والد ماجد مولانا امام الدین صاحب فرماتے رہتے ہیں - وہی راہ راست ہے - چنانچہ آپ نے بیعت کرلی - جب حضور علیہ السلام باغ میں نزیل تھے - پہلی بار دارالامان آئے تھے - ان دنوں ہمارے ضلع میں طاعون کا زور بھی تھا - اُن کے حالات الفضل میں چھپ چکے ہیں - اسی سلسلہ میں یہ مضمون کا دوسرا حصہ ہے - جس میں یہ بتایا گیا ہے - کہ میرے جدامجد گولیکی میں تعلیم سے فارغ ہو کر تشریف لائے - اور اسی گاؤں میں درس و تدریس میں مشغول ہوئے - وہیں رہائش اختیار فرمائی - وہیں نکاح ہوا -

آپ کی وفات کے بعد ۱۸۸۱ء میں نئے نئے مدارس قائم ہو رہے تھے - والد ماجد مولانا امام الدین صاحب فیض حال مہاجر دارالامان کو حساب بھی خوب آتا تھا - اس لئے احترام سے ملازمت میں لئے گئے - اور موضع دھارووالہ میں جو گولیکی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے متعین ہوئے - جدامجد سے بھی چاہا گیا تھا - کہ وہ سلسلہ ملازمت قبول کرلیں - مگر وہ غیر مسلموں کی نوکری پسند نہ کرتے تھے - چنانچہ مولانا نذیر احمد صاحب دہلوی شمس العلماء مرحوم کنجاہ کے ہیڈ ماسٹر ہو کر اپنی نوجوانی کی عمر میں آئے - اور ایک دو سال رہے - جدامجد سے ملاقات چاہی - اور جھیورانوالی تک نصف راہ آکر خط لکھا - جو فارسی میں ہے اور ہمارے کتب خانہ میں موجود تھا - لیکن جدامجد نے معذرت کردی اور ملاقات نہ ہوئی - والد صاحب مدرسہ کے اوقات سے پہلے نماز صبح کے بعد اور پھر راستہ میں آتے جاتے اور مغرب کے بعد عشاء تک طلباء درس نظامیہ کو سبق پڑھایا کرتے - مولوی غلام رسول صاحب سکنہ لنگہ دو کوس سے پڑھنے آتے - مولوی غلام رسول صاحب فاضل راجیکی بھی پڑھنے کیلئے گولیکی کئی سال رہے - اور میں بھی بیمار ہو کر امرت سر - فیروزپور - گگیانہ بیڑ سے گھر آگیا - والد صاحب کا خیال تھا - کہ سب کتابیں میری نظر سے گذر جائیں - چنانچہ ان دونوں کو میری چارپائی کے پاس پڑھاتے ہم تینوں پڑھنے کی جانب کچھ ایسا دھیان نہیں دیتے تھے - تاہم مجھے یہ شوق تھا - کہ کافیہ - سراجی - توضیح تلویح کا اردو ترجمہ کردوں - چنانچہ میں ساتھ ساتھ لکھ لیتا تھا - اور حواشی بھی زائد کردیئے مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے شرح تہذیب پھر غالباً سُلّم کا ترجمہ کرنا چاہا تھا اور شروع بھی کیا - مگر پھر چھوڑ دیا - ان کا میلان طبع ان کتب کی طرف نہ تھا - سبق کے بعد ہم تینوں مختلف مسائل پر بحث کرتے تھے - ان مباحث سے ہمارے ذہنوں میں جِلا ہوگئی - اور بعد کی زندگی میں بہت کام آئے -

مجھے دراصل ملیریا فیور تھا - مگر اطباء غلطی سے سمجھتے کہ تپ دق ہے - اس لئے غلط علاج کی وجہ سے میری بیماری لمبی ہوتی گئی - اور میں مختلف عوارض میں مُبتلا رہتا - لکھنے پڑھنے کی مجھے ممانعت تھی - مگر میں اپنی طبیعت کی وجہ سے مجبور - آٹھ دس سال چارپائی پر ہی پڑا رہا - اور اسی دوران میں کئی کتابیں تصنیف و تالیف کیں - ظہور المسیح اسی زمانے کی یادگار ہے - پھر مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کو خواب آیا - کہ میں ایک کتاب حجج احمدیہ کے نام سے لکھوں - اور اس کے مکمل ہونے پر میں ان بیماریوں سے مخلصی پاؤں گا - پہلے تو میں نے اس کا خیال نہ کیا - مگر پھر وہ کتاب لکھی - جس کا دوسرا نام ظہور المہدی ہے - یہ کتاب میں باوضو ظہر و عصر کے درمیان لکھتا تھا[۱] - خدا کے فضل سے نہایت جامع و مبسوط تیار ہوئی - میرے پاس پیسے نہ تھے - اس لئے آیات و احادیث بھی اُردو خط میں گنجان لکھوائیں - اور ۳۰۰ سے زائد صفحات پر طبع ہوئی - جلد ختم ہوگئی - اور اس کا ایک ایک نسخہ بوجہ نایابی دس دس روپے کو بعض دوستوں نے خرید کیا - اس کے علاوہ قرآن مجید میں جس قدر تاریخی واقعات و قصص الانبیاء ہیں، ان کو منظوم کیا - اور یہ کئی ہزار اشعار ہوگئے - مجھے شعر کہنے میں کوئی دِقت پیش نہ آتی تھی - بس قلم برداشتہ لکھتا جاتا تھا - اس کا ایک حصہ وفادار پریس لاہور میں چھپا تھا - عقائد احمدیہ سنت احمدیہ فقہ اسلامی کی مدلل کتاب بھی لکھی - اور احسن القصص کے نام سے سورۂ یوسفؑ کی تفسیر - جب میں یہ تفسیر لکھ رہا تھا - تو والدہ صاحبہ مرحومہ نے دریافت کیا - کیا لکھتے ہو؟ میں نے بتایا کہ سورۂ یوسف کی تفسیر ہے - تو وہ آنکھوں میں آنسو بھر لائیں - اور کہا اب جدائی نزدیک اور ضروری ہوگی - اچھا جہاں رہو خوش رہو ہمیں خبر خیریت معلوم ہوتی رہے - اس کے بعد میں دارالامان ہجرت کرکے آگیا -

جماعت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جہلم کے سفر کے بعد معتدبہ اضافہ ہوچکا تھا - اور والد ماجد کی پاکیزہ زندگی کا اثر جو گاؤں کے رہنے والوں پر اور اُن کے کثیر التعداد شاگردوں اور معتقدوں پر تھا - اس کی وجہ سے سب ہی احمدیت میں داخل ہوگئے - یا کم از کم مُصدّق - مخالفت بھی ہوئی اور بہت سخت ہوئی - مگر کسی کی پیش نہ گئی - جماعت کی ترقی کو کوئی روک نہ سکا - ایک دفعہ بعض اشرار نے چاہا - کہ ہمارا غلّہ جو کھیت سے نکلا ہی لوٹ لیں - اس کے لئے وہ روانہ ہوگئے - ہم اپنے مکان کی چھت سے دیکھ رہے تھے - قریب تھا کہ وہ ہلّہ بول دیں - اور کئی من غلّہ لوٹ لائیں - جسمانی مقابلہ ہمارا منصب نہ تھا - روحانی طور پر دُعا کا یہ اثر ہوا - کہ یکایک ان میں پھوٹ پڑ گئی - اور وہ آپس میں لڑنے لگ گئے - اور غلّہ کے ڈھیر سے قریب پہنچ کر لوٹ آئے -

جب ہمارے محلّے کے قریباً سب گھر احمدی ہوگئے - اور چند ایسے رہ گئے جو مخالفت نہ کرتے تھے - اور نماز والد ماجد یا ان کے مقرر کردہ احمدی امام کی اقتداء ہی میں پڑھ لیتے تھے - تو جماعت کی تعلیم و تربیت و تنظیم کی فکر ہوئی - چندوں کی باقاعدہ ادائیگی کا بندوبست ہوا - جو وصیت کرسکتے تھے - ان کو وصیت کی تحریک ہوئی - صبح کی نماز کے بعد والد ماجد درس قرآن مجید دیتے تھے - جس کے کئی دَور ختم ہوئے - پھر صحیح البخاری کا درس بھی عہدِ خلافت اولیٰ میں شروع ہوگیا - حضرت مسیح موعودؑ کی کتب بھی سنائی جانے لگیں - اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی ہی میں نمازوں کو باجماعت اور بروقت ادا کرنے کا التزام ہوا - بروقت کا مطلب یہ کہ پہلے قدیمی و حنفی دستور کے مطابق ظہر کی نماز کوئی تین ساڑھے تین بجے اور عصر غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ قبل اور صبح کی نماز سفیدی غالب آنے پر یعنی طلوع سے ۲۰-۲۵ منٹ پیشتر پڑھی جاتی -

میاں حسن علی صاحب مرحوم ساکن تحصیل قصور عزیز احمد علی محلہ دارالرحمت کے والد پہلے حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی کے پاس پڑھتے تھے - پھر گولیکی آگئے - ان سے میں نے کہا آج زوال آفتاب کے ساتھ ہی اذان ظہر کہدو - چنانچہ ایسا ہی کیا گیا - مسجد کے پاس نمبردار کا گھر تھا - وہ کوٹھے پر چڑھ آیا اور شور مچایا - کہ یہ کیا غضب کردیا - ابھی تو ہم نے روٹی نہیں کھائی - (وہ نماز نہیں پڑھا کرتا تھا) ادھر میں نے بعض با اثر نمازیوں کو پہلے ہی تیار کر رکھا تھا - وہ آگئے اور ہم نے ڈیڑھ بجے

[۱] ۱۹۰۵ء کا ذکر ہے -

نماز ظہر ادا کی اور چار بجے عصر- اسی طرح صبح کی نماز مُنہ اندھیرے غلس میں پڑھنی شروع کر دی- چند روز بے اطمینانی رہی پھر سب درست ہو گئے-

ماہ رمضان آیا- تو میں چاہتا تھا- کہ اس مسئلہ کو واضح کیا جائے- کہ صلوٰۃ تراویح نماز تہجد سو الگ نماز نہیں- اگر عذر کی وجہ سے عشاء کے بعد بھی پڑھی جائے- تو آٹھ ہی رکعت پڑھی جائیں- چونکہ چالیس پچاس سال سے بیس رکعت ہی اس مسجد میں پڑھتے آرہے تھے- اور غیر احمدی بھی ہمارے ساتھ ہی نماز پڑھتے تھے- اس لئے یہ تبدیلی بغیر کسی شورش کے مشکل معلوم ہوتی تھی- میں نے اول تو کئی دن مدلل طور پر سمجھایا کہ یہ تراویح کی نماز تہجد کی نماز ہے- پھر آٹھ رکعت کا ثبوت ذہن نشین کرایا- پڑھے ہوؤں کا سمجھانا تو شاید آسان ہو- زیادہ اَن پڑھوں سے واسطہ تھا- وہ بار بار کہتے- آپ کے دادا صاحب اتنے بڑے فاضل تو بیس ہی پڑھاتے تھے- وغیر ذالک- میں بیمار اور کمزور مگر میں نے ارادہ کیا- کہ خود یہ نماز پڑھاؤں گا- مجھے قرآن مجید کا پچھلا پارہ اور سورۃ بنی اسرائیل- فرقان- نور- مریم یاد تھیں- میں نے نہایت ٹھہر ٹھہر کر قرآن شریف پڑھا- اور رکوع و سجدے بھی اسی طرح نہایت خشوع و خضوع سے- میرے پاؤں جواب دے گئے- مگر میں نے دو گھنٹے میں آٹھ رکعتیں ختم کیں- تو بے اختیار لوگ بول اُٹھے- کہ اس طرح کی آٹھ رکعتیں ہی کافی ہیں- میں نے کہا- بہت اچھا- نماز اسی طرح سنوار کر پڑھنی چاہیئے- یہ مرغ کی ٹھونگیں ٹھیک نہیں- اور اگر خدا توفیق دے- تو تہجد کے وقت پڑھا کرو-

پھر جمعہ سلطان اور مصر جامع کی شرط کی وجہ سے نہیں پڑھا جاتا تھا- یہ تو ۱۹۰۱ء بلکہ اس سے بھی پہلے شروع کر دیا گیا تھا- والد ماجد تو سکول پڑھاتے تھے- اس لئے یہ میرے ذمے تھا- میں نے خطبوں کا ایک سلسلہ شروع کیا- جس میں عقائد و اعمال مطابق قرآن مجید و احادیث زیر ہدایت سلسلہ احمدیہ بیان کرنے شروع کئے- اور جو کچھ قرآن مجید- صحاح ستہ- حجۃ اللہ البالغہ فتح القدیر- ھدایہ- البلاغ المبین- و کتب سلسلہ احمدیہ و اخبارات و رسائل کے مطالعہ کے بعد مجھے میسر ہو سکتا تھا- وہ میں مکمل مفصل اور مدلل بیان کر دیتا تھا- جس سے جماعت کے ہر ایک فرد کو مسائل ضروریہ بہ دلائل یاد ہو گئے- اور وہ بطور مبلغ اور بعض مناظر ہو کر بیرونجات میں جانے لگے-

والد ماجد کے زیر اثر- خوجیانوالی- لنگہ- سعد اللہ پور- گگہ- کوٹ- کاہنہ- دھاروواله- جستو کی اور کسی قدر گنجاہ اور بعض دیگر دیہات میں بھی احمدیت قائم ہو گئی-

نوجوانوں کی ایک جماعت تھی- جن کے اخلاص کا یہ حال تھا- کہ وہ رات کو مسجد میں سوتے تھے- تا تہجد کے لئے بیدار ہو سکیں- ان میں سے ایک میاں احمد الدین ہے- جو آج کل مع اہل و عیال دار البرکات میں مقیم ہے- پیر شمس الدین صاحب مرحوم چونکہ بہت سویرے مسجد میں آجاتے تھے- وہ انہیں اذان صبح سے ایک گھنٹہ اول جگا دیا کرتے تھے- یہ لڑکے مسجد میں نمازیوں کے لئے پانی مہیا کرتے اور اس کی صفائی وغیرہ کا بندوبست بھی کرتے-

مستورات میں بھی والد ماجد نے قرآن مجید سُنانا شروع کیا- اور پُرانے دستور کے مطابق لڑکیاں ہمارے گھر میں قرآن مجید پڑھنے آتی تھیں- ان کو احمدیت کی تلقین بھی کی جاتی تھی- اور دیہات میں نائٹ سکول کی طرز پر یہ دستور پہلے ہی سے رائج ہے- کہ زمیندار، پیشہ وروں کے لڑکے لڑکیاں اور بڑی بوڑھی عورتیں بھی رات کو دین سیکھنے کے لئے مولوی صاحبان کے گھر میں آجاتی ہیں- ان کو زبانی نماز وغیرہ یاد کرائی جاتی ہے- اور مسائل ضروریہ بتائے جاتے ہیں- اس طریق کو زیادہ باقاعدہ کر دیا گیا- اس طرح بہت تھوڑے ہی عرصہ میں جماعت کی علمی و عملی ترقی ہو گئی- میں تو قادیان چلا آیا تھا- والد ماجد اور ہمارے گھر والوں نے یہ سلسلہ خوب جاری رکھا- یہاں تک کہ اب تو بفضلہ تعالیٰ ہمارے گاؤں کا معتد بہ حصہ مع اہل و عیال احمدی ہے- اور ہمارے قریبی رشتہ دار پیرزادگان میں سے سب کے سب خدا کے فضل سے احمدیت قبول کر چکے ہیں- چنانچہ پیر فقیر بخش صاحب میرے نانا صاحب کے والد کے ایک فرزند تو یہی پیر شمس الدین[۱] تھے- ان کے اکلوتے بیٹے تو نوجوانی میں ہی فوت ہو گئے- پوتا ہے جو مع اہل و عیال احمدی ہے- پیر نذیر احمد نام ہے-

دوسرے فرزند پیر نظام الدین[۲] مرحوم میرے سگے نانا تھے- ان کے فرزند پیر محمد رمضان مرحوم میرے ماموں و خُسر- کا نام حقیقۃ الوحی میں ایک نشان کے گواہوں میں درج ہے وہ احمدی تھے- قادیان آتے تھے- ان کے لڑکے پیر رشید احمد ارشد کلرک دعوۃ و تبلیغ مع اہل و عیال احمدی ہیں اور مہاجر بھی- لاہور بیعت کی تھی- اور میرے علم کے مطابق یہ آخری نوجوان ہے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست حق پرست پر بیعت کی- آپ پیغام صلح لکھ رہے تھے جو باہر تشریف لائے میں نے عرض کیا کہ یہ میری پھوپھی صاحبہ کا لڑکا ہے- اس کے والد چند روز قبل فوت ہوئے ہیں- اس کی بیعت لی جائے- اور اس کی والدہ صاحبہ کی التجا ہے- کہ حضور اسے دست شفقت پھیریں- چنانچہ آپ نے سر و پشت پر دست مبارک پھیرا- جس پر اُسے بجا فخر ہو سکتا ہے- (دوسرے بھائی پیر امیر بخش کی اولاد میں سے بادا سلطان محمود تھے- بڑی عمر پائی- یہ میرے سامنے ہمیشہ سلسلہ کی حقانیت کے مقر تھے- نمازیں ہمارے ساتھ پڑھتے- قرآن مجید کی اکثر سورتیں یاد کر لی تھیں- وہ پڑھتے رہتے تھے- ان کے پوتے پیر محمد اکبر شاہ احمدی ہیں (پیر محمد رمضان کے چھوٹے بھائی پیر خوشی محمد بھی احمدی ہیں- اُن کے بیٹے پیر بہاول شاہ ہیں- جو امرتسر کی جماعت کے سکرٹری ہیں- اور مع اہل و عیال مخلص احمدی- والد ماجد کی شاگردی میں بچپن ہی میں اپنے والد سے پہلے احمدی ہو گئے-

تیسرے فرزند پیر علم الدین[۳] تھے- جن کے پوتے پیر محمد اکبر اختر ہیڈ ماسٹر بُسال مع اہل و عیال احمدی ہیں- یہ میری سگی خالہ کے لڑکے ہیں- میری دوسری خالہ مشہور تھانہ دار پیر روشن دین صاحب مرحوم کی زوجہ تھیں- ان کے پوتے پیر بشیر احمد صاحب مع اہل و عیال احمدی ہیں- اور جماعت احمدیہ کے جنرل سکرٹری-

پیر غلام دسوندی صاحب کی اولاد میں سے پیر غلام غوث محمد میرے سگے پھوپھا تھے- جو نوجوانی ہی میں عرب کی طرف چلے گئے- اور کئی حج کر کے زیارت مقامات مقدسہ کے بعد واپس آئے- حال ہی میں وفات پائی ہے- وطن میں آجانے کے بعد قریباً ہر سال قادیان آتے تھے- ان کے دونوں بیٹے مع اہل و عیال احمدی ہیں- اور قادیان میں رہائش ہے-

حضرت غلام قادر کی اولاد میں سے پیر محمد حفیظ اللہ صاحب کے فرزند پیر رُکن عالم کے لڑکے پیر بشیر عالم صاحب بی-اے- بی ٹی مخلص احمدی ہیں- والد ماجد کے ذریعہ ہی بیعت کی- اور میری معرفت ان کی شادی ہوئی- ان کی اولاد میں بڑے فرزند آج کل تحریک جدید کے اُن نوجوانوں سے ہیں، جو تبلیغ کے لئے تیار کئے جا رہے ہیں-

پیر رکن عالم صاحب کے بھائی پیر محمد عالم کے فرزند پیر فیض عالم ہیڈ ماسٹر پرائمری سکول بھی احمدی ہیں- غرض اس طرح پر ہمارے اقرباء کے اکثر حصے کو احمدیت نصیب ہے- فالحمد للہ علیٰ ذالک-

کئی پیشہ ور احمدی خاندان گولیکی سے ہجرت کر کے محلہ دار البرکات و دار السعۃ میں آباد ہیں-

پیر شمس الدین مرحوم نے آخر عمر میں یہ قصیدہ غوثیہ وغیرہ وظائف پڑھنے چھوڑ دئے تھے- اور صرف قرآن مجید اور درود اللّٰھم صل علیٰ محمد پڑھا کرتے تھے- ۵۰- ۵۵ سال کی عمر میں انکی بیوی فوت ہو گئی تھیں- پھر کوئی شادی نہیں کی- زمین اپنی ملکیت کی بہت تھی- جو سب فروخت کر ڈالی اور اپنا مکان بھی- خوش گزران تھے- دیہات میں گوشت روز نہیں ملتا- لیکن وہ یا تو مرغ ذبح کر لیتے یا مچھلیاں یا بٹیر بکڑ لاتے تھے- اور گھی- گوجر سے خالص لا کر جمع رکھتے- اور اپنی خداداد طاقتوں کو راہ مولیٰ میں اور مساکین و غرباء کی امداد میں خرچ کرتے- میں نے ان کا اتنا رُعب دیکھا- کہ ایک دفعہ مجمع میں کسی احمدی کو کچھ غیر احمدی نوجوان تنگ کر رہے تھے- ایک دفعہ کھنکارے اور پوچھا کیا ہے؟ تو سب اِدھر اُدھر کھسک گئے- عمر کے آخری سالوں میں مسلسل بیماری کی وجہ سے بہت نحیف ہو گئے تھے- تاہم ذکر اللہ جاری رہا- اور لا الٰہ الا اللہ کا ورد کرتے رہتے تھے- غفر اللہ لہٗ-

---

بقیہ صفحہ ۶

نکالنے کا حکم ہوا- پھر وہ پیغامی ہو گیا- اور بعد میں عیسائی ہو گیا- جب میں اس کی شرارتیں دیکھتا- تو میرے مونہہ سے بار ہا نکلتا- کہ یہ اُسی وقت ہلاک ہو جاتا تو بہتر تھا-

اخبار فاروق کو سستا اخبار بنانیکی نئی سکیم

اور

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کیطرف سے تین ۳۰۰ سو خریداروں کا عطیہ

۱۵- اپریل ۱۹۳۹ء کو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے خاکسار ایڈیٹر فاروق اور مکرمی مولوی عبد الرحمٰن صاحب انور انچارج تحریک جدید کو بلا کر شرفِ باریابی بخشا - اور حضور نے "فاروق" کے لئے ایک ایسی نئی سکیم اور اس کے ساتھ تین سو خریداروں کا عطیہ تجویز فرما کر انور صاحب کو نوٹ کرائی - جس سے "فاروق" جماعت کے لئے ایک نہایت سستا اور ہر طرح سے مفید اخبار بن کر کثرت سے جماعت میں پھیل جائے - اس سکیم کو انچارج صاحب تحریک جدید نے بغرض اطلاع و تعمیل ناظم صاحب تجارت و مشن ہائے تبلیغ تحریک جدید بیرون و اندرون ہند کی خدمت میں بذریعہ چٹھی بھیجکر اس کی ایک نقل دفتر فاروق میں بھی ارسال فرمائی جس کو میں نہایت شکریہ و امتنان کے ساتھ ناظرین فاروق کی آگاہی کے لئے ذیل میں نقل کرتا ہوں - (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ❊ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

از دفتر تحریک جدید قادیان

۲۹ صفر ۵۸ھ نمبر ۲۳۲۳ ۲۰ اپریل ۱۹۳۹ء

مکرم محترم جناب ناظم تجارت - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ -

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مکرم میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق اور خاکسار کو بلا کر مندرجہ ذیل ہدایات دی ہیں - آپ کی خدمت بغرض اطلاع و تعمیل تحریر ہیں :-

۱- آئندہ کے لئے ۳۰۰ خریدار تحریک جدید مہیا کرے گی - اور قیمت تحریک جدید کی طرف سے ادا ہوا کرے گی -

۲- مبلغین تحریک جدید بیرون ہند کو ہدایت کی جائے گی - کہ مہینہ میں ایک مضمون ضرور وہ مندرجہ ذیل سرخیوں کے ماتحت تحریر کر کے ارسال کیا کریں - اگر وہ مضمون ارسال نہ کیا کریں گے - تو ہم سمجھیں گے - کہ انہوں نے ہمارا کوئی کام نہیں کیا - ہیڈنگ مندرجہ ذیل ہونگے :-

ان ممالک کے تجارتی حالات - مذہبی حالات - اخلاقی سیاسی حالات - علمی ترقیات عقائد - رسومات - اقتصادیات :- یہ مضمون وہاں کی اخبارات سے خلاصہ نکال کر بھی ارسال ہو سکتے ہیں یہ مضامین دلائل والے نہ ہوں گے - بلکہ وہاں کے تازہ ترین حالات پر مشتمل ہونگے - کیونکہ یہی باتیں ہمارے واسطے نئی ہونگی - اس ملک کے معلومات کے متعلق - ورنہ ہو سکتا ہے - کہ دلائل ہم ان سے زیادہ اچھی طرح دے سکیں اور مبلغین اسے مضمون کے رنگ میں ارسال کریں - جو اخبار فاروق میں شائع ہو سکے - اور ایڈیٹر صاحب فاروق ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس ملک کے ہفتہ کے نام سے شائع کر دیا کریں -

۳- تحریک جدید کے کارکن جماعتوں میں اس اخبار کی خریداری کیلئے کوشش کریں گے -

۴- اشتہارات حاصل کرنے کے لئے ہم کوشش کریں گے - لہذا جملہ مبلغین تحریک جدید کو فوراً ان امور کی اطلاع بھجوا دی جائے - تاکہ وہ باقاعدگی سے اس کام کو جاری کر دیں - ایک نقل بخدمت ایڈیٹر صاحب فاروق بھی بھیجی جاتی ہے ؛-

خاکسار عبد الرحمٰن انور انچارج تحریک جدید ۲۰-۴-۳۹

آلاتِ زراعت

مشینری کے ذریعہ زراعت کرنا آج کل عام ہو گئی ہے - اس لئے کسی اس بات کی حیرت نہیں ہونی چاہیئے - جب کوئی مندرجہ ذیل واقعہ سُنے - اگرچہ بعض لوگ اس میں بھی اعتراض کا پہلو نکال لیں گے :-

ہر بڑے پیمانے پر کاشت کی جگہ خصوصاً روئی کی کاشت پر مشینیں ایک دن میں وہ کام کر جاتی ہیں - جو بعد میں انسانی ہاتھ سینکڑوں دنوں میں کرتے رہتے ہیں رمثلاً اُس آدمی کی قیمت جو ٹریکٹر کو چلاتا ہے ہزاروں گنا زیادہ ہے - ان آدمیوں سے جو اس کے پیچھے آہستہ آہستہ کام کرتے ہوئے چلتے ہیں - اس لئے اس ایک آدمی کی ہنر مندی پر باقی سب کارندوں کے کام کا انحصار ہے - جسے ایک تجارتی دماغ ہی سمجھ سکتا ہے -

اس لئے بعض عقلمند کاشتکاروں نے اس معاملے پر سختی سے پابندی کی ہے - یعنی اس ٹریکٹر چلانے والے کو جہاں اُجرت زیادہ دی جاتی ہے - وہاں اُسے کونین بھی مفت دی جاتی ہے - اور اسے یہ کھانے پر مجبور کیا جاتا ہے لیکن ہاتھ سے کام کرنے والوں کو کونین نہیں دی جاتی - کیونکہ انہیں ہاتھ سے کام کرنے والے ہزاروں آدمی مل جاتے ہیں جب ملیریا سے کچھ لوگ موت کا شکار ہو جاتے ہیں -

کیونکہ مالک جانتا ہے کہ ملیریا کمیشن آف لیگ آف نیشنز کی سفارش کردہ مقدار یعنی ۶ گرین روزانہ دینے سے ان کا ٹریکٹر چلانے والا ملیریا سے بچ جاتا ہے - اور انہیں یہ مہنگا نہیں پڑتا - لیکن درحقیقت چاہیئے کہ مالک کو مجبور کیا جاوے - کہ وہ ہر ایک کام کرنے والے کو کونین مہیا کرے - ورنہ کسی دن اُسے سخت نقصان اٹھانا پڑے گا -

ملیریا کے علاج کے لئے ملیریا کمیشن آف لیگ آف نیشنز نے تجویز کیا ہے - کہ ۱۵ سے ۲۰ گرین روزانہ کونین ۵ - ۷ روز میں دی جانی چاہیئے ؛